بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین......

اداریہ

فقہ اسلامی (علم الفقہ) کی یہ خوبی ہے کہ یہ ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے' علمائے اعلام' فقہائے اسلام نے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے اور اندھی تقلید کبھی نہیں کی تاہم عوام کو یہ بات ضرور سکھائی ہے کہ وہ کسی صاحبِ علم کے در سے وابستہ ہوکر اپنے لئے عمل کا آسان راستہ دریافت کرلیں......تاکہ **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون** پر عمل **كما ينبغى** ہوسکے۔اور منشائے شارع کو اس طرح پورا کرنے کی سعی کا ثواب بھی شامل اعمال ہوتا رہے۔آج کے زندہ مسائل میں سے ایک جینیٹکس کے علم کے نتیجہ میں سامنے آنے والا ایک مسئلہ ہے کہ شادی سے قبل بچوں کے جینیٹک ٹیسٹ کروالئے جائیں تو نسل نو صحت مند و توانا ہوسکتی ہے۔یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے اور احتیاطی تدابیر سے اسلام کبھی بھی منع نہیں کرتا بلکہ وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ **يسئلونك عن المحيض قل هو اذى ......فاعتزلوا النساء فى المحيض......** ایام حیض میں قربت نہ کرو کہ اس میں تکلیف ہے اور بصورت حمل پیدا ہونے والے بچے غیر صحت مند بلکہ معذور و مفلوج بھی پیدا ہوسکتے ہیں......جینیٹک ٹیسٹ سے اگر صحت مند بچوں کی پیدائش کا راستہ نکلتا ہے تو بڑی اچھی بات ہے۔جنین کا صحت مند ہونا جیل کا صحتمند ہونا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی ہند نے اس مسئلہ کے پہلوؤں پر غور وخوض کے بعد یہ قرار دیا کہ اگر جینیٹیک ٹیسٹ کے ذریعہ ثابت ہوجائے کہ رحم مادر میں پرورش پانے والا بچہ ایسا ناقص العقل اور ناقص الاعضاء ہے جو ناقابل علاج ہے اور پیدائش کے بعد اس کی زندگی ایک بوجھ اور اس کے اور گھر والوں کے لئے تکلیف دہ رہے گی تو ایسی صورت میں حمل پر ایک سو بیس دن گزرنے سے پہلے پہلے والدین کے لئے اس کا اسقاط جائز ہے۔اگر جینیٹک ٹیسٹ کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی شخص کی اگلی نسل میں پیدائشی نقائص کے امکانات ہیں' تو اس اندیشہ کے پیش نظر سلسلہ تولید کو روکنا قطعاً ناجائز ہے۔اگر جینیٹک ٹیسٹ کے ذریعہ کسی شخص کے بارے میں یہ اندیشہ ہو کہ وہ آئندہ جنون یا کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوسکتا ہے جو شرعاً فسخ نکاح کا سبب ہے تو فسخ نکاح کے لئے محض ٹیسٹ کافی نہیں ہوگا۔تاہم علاج کی غرض سے امراض کی شناخت اور تحقیق کے لئے جینیٹک ٹیسٹ کرانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔(قرارداد پندرھواں اجلاسِ میسور)

الصوم نصف الصبر......روزہ صبر کا نصف ہے

دوسرا اہم مسئلہ اسقاط حمل کا ہے کہ اس کی مدت کیا ہے؟ کتنے عرصہ میں اسقاط جائز ہے' اور کس مدت کے بعد نا جائز و ممنوع' نیز کیا بلاعذر اسقاط جائز ہے یا صرف عذر کی صورت میں' اسی طرح جینی اسٹیم سیل کا معاملہ ہے کہ وہ کیا ہے؟ اور اس سے کیا کام لئے جاسکتے ہیں' اس حوالہ سے ہم نے اس شمارے میں ایک مختصر تحقیقی مقالہ شامل کیا ہے...... اور آئندہ بھی اس پر انشاء اللہ لکھا جائے گا...... اہل علم وقلم اس علمی فقہی بحث میں شامل ہو سکتے ہیں مگر عالم ہونا شرط ہے......

مجمع الفقہ الاسلامی رابطہ عالم اسلامی نے اپنے پندرہویں فقہی سمینار (منعقدہ ۱۱/ رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء مکہ مکرمہ) میں اس ضمن میں پیدا ہونے والے بعض سوالات کے جوابات دئے تھے جو حسب ذیل ہیں.........

۱۔ جینی اسٹیم سیل کے بارے میں سائنس دانوں کا خیال ہے کہ وہ مکمل انسان بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اپنے محدود دائرے میں آکسیجن بھی حاصل کرتا ہے، مگر شرعی اور اصطلاحی طور پر اسے ذی روح اور زندہ وجود کے حکم میں نہیں رکھا جاسکتا، اور اس کے ضائع کرنے پر کوئی شرعی ضمان واجب نہ ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ بلاضرورت اس کا ضائع کرنا درست نہیں ہے اور اس پر گناہ ہوگا۔

حضرت امام مالکؒ کے علاوہ جمہور فقہاء کا نقطہ نظر یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ چالیس یوم سے قبل، اور حنفیہ کے نزدیک ۲۰ دن سے قبل کسی عذر کے بنا پر اسقاط حمل کی اجازت ہے، مسئلہ کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، اور اس مدت میں حمل ضائع کر دینے پر غرہ یا تاوان واجب نہیں ہوتا، اگر اس کو اصطلاحی طور پر زندہ وجود مان لیا گیا ہوتا تو اس کے قتل وضیاع کی اجازت نہ دی جاتی۔

دراصل زندگی تو ہر شئی میں فی الجملہ موجود ہے، مگر اصطلاح میں جس زندگی کے قتل وضیاع پر حکم شرعی مرتب ہوتا ہے، اس کا مخصوص معیار ہے، اس لئے ہر وہ چیز جس میں سائنس فی الجملہ زندگی کے آثار کا پتہ چلائے اس پر اصطلاحی زندگی کے احکام مرتب نہ ہوں گے۔

خود امام مالکؒ جو استقرار کے بعد اسقاط حمل کو ناجائز کہتے ہیں، ان کے نزدیک بھی اس قسم کے حمل کے ضیاع پر ضمان واجب نہیں ہوتا، ان کی ساری گفتگو گناہ کی حد تک ہے۔

۲۔ رحم مادر میں پرورش پانے والے یا اسقاط شدہ جنین سے اسٹیم سیل لے کر خود اسی انسان کے علاج کے لئے محفوظ کیا جاسکتا ہے، یا پھر اس کی اجازت سے (اہلیت اجازت کی صورت میں) کسی دوسرے شخص کو بھی بوقت

ضرورت دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس دوسرے شخص کا جسم اس عضو کو قبول کر سکے، اور اس کے لئے باعث نقصان نہ ہو، نیز اس شخص کی اپنی ضرورت سے زائد ہو، اور اس کے بدلے کوئی قیمت وصول نہ کی گئی ہو، اور ان حدود میں رہ کر کی گئی ہو جن کا ذکر ضوابط کے ذیل میں اوپر کیا گیا ہے۔

۳۔انسان کا اسٹیم سیل کسی حیوان کے جسم میں ڈال کر مطلوبہ عضو تیار کرنا درست ہے، بشرطیکہ حیوان حلال ہو، اور ماہر ڈاکٹروں نے اس کی ضرورت تجویز کی ہو۔

۴۔اسٹیم سیل کے حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ نافہ آنول نال بھی ہے، اگر اس نال کے خون سے سیلس لئے جائیں اور ان کو مستقبل کے لئے محفوظ کر دیا جائے تو کسی نازک موقع پر وہ اس کے کام آسکتا ہے، عام طور پر یہ نال جب کاٹی جاتی ہے تو اس میں موجود خون کو نومولود کے جسم میں پہنچادیا جاتا ہے اور نال باندھ دی جاتی ہے، اگر سیلس حاصل کرنا ہو تو نال کے حصے میں جو خون ہے اسے باہر نکال لیا جائے گا، اس خون کے لینے کی وجہ سے کسی مرض یا خطرہ کا امکان ایک فی صد سے بھی کم ہے، یہ صورت درست معلوم پڑتی ہے، بشرطیکہ تمام تر کارروائی بچہ کے فائدہ کے لئے کی جائے۔

۵۔جینی اسٹیم سیل یوں تو بالغوں سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کی نشوونما میں دشواریاں ہیں، اس پس منظر میں ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ حمل کے استقرار اور اس کی ابتدائی نشوونما کے جدید طریقے کو اختیار کرنے کی صورت اگر میاں بیوی کی اجازت سے سیلس حاصل کر لئے جائیں اور ان کو انسانی عضو تیار کرنے میں استعمال کیا جائے تو ایسا کرنا بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ یہ اطمینان کر لیا گیا ہو کہ سیلس میاں بیوی ہی کے حمل سے لیا گیا ہے، کسی اجنبی نطفہ سے نہیں، اگر اس اطمینان کی کوئی صورت نہ ہو تو یہ طریقہ کار اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے نسل اور نسب کے نظام کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔

قارئین محترم مجلّہ فقہ اسلامی آپ کو دعوت دیتا ہے کہ علمی وفقہی مباحث پر مقالات تحریر فرمائیں اور اشاعت کے لئے بھجوائیں، ہمارا موضوع فقہ المعاملات ہے اس لئے اس کا لحاظ رہے......امید ہے آپ کا علمی وقلمی تعاون ہمیں حاصل رہے گا............

......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......

فالصوم نصف الایمان ...... چنانچہ روزہ نصف ایمان ہے